ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ڈاکٹر صائمہ علی
اسسٹنٹ پروفیسر، ایجوکیشن یونیورسٹی، لوئر مال کیمپس لاہور

جون ایلیا کی غزل کا لسانی مطالعہ

Dr. Saima Ali
Assistant Professor, Education University, Lower Mall Campus, Lahore.

Linguistic Study of John Elia's Ghazal

In legendry literature there is a huge role of intellect along with language and expression. In John Elia's poetry language is equally significant as the intellect. His poetry is easily understandable as compare to his philosophical thoughts and complex ideas which is the big secret to his success. John Elia is deeply affiliated with classic tradition but at the same time his poetry has an ample poetic expression as well. He defies the grammatical regulations and employees obsolete and rigid words in his poetry despite being a close affiliate of classic tradition he uses English words is his verse that represents his impromptu personality just like his personality his work also has variety. His work is a combination of classical and modern standards that has rendered his excellence. In this research art we analize his lingual aspect of his poetry in the bases of classical and modern mathadology.

Keywords: *Classical Tradition, Grammatical Regulations, Obsolete Words, Modern Methodology Impromptu Personality.*

بڑی شاعری میں فکر کے ساتھ زبان و بیان کا بھی اہم حصہ ہوتا ہے۔ جون ایلیا کی شاعری میں بھی فکر کے ساتھ زبان اہمیت رکھتی ہے۔ ان کے فلسفیانہ نظریات اور پیچیدہ خیالات کے مقابلے میں ان کی شاعری عام فہم اور دل کش ہے جو ان کی کامیابی کا ایک بڑا سبب ہے۔ جون ایلیا کی شاعری کا لسانی جائزہ لیں تو اس میں بڑا تنوع ملتا ہے۔ ان کا کلاسیکی ادب کا مطالعہ بے حد وسیع تھا اس میں اردو کے علاوہ عربی فارسی ادب بھی شامل ہے۔ اس مطالعے کے نتیجے میں ان کے ہاں روایت کا گہرا شعور پایا جاتا ہے لیکن شخصیت کے تلّون کی طرح ان کے اسلوب میں بھی رنگا رنگی پائی جاتی ہے۔ یہاں بھی انتہائی رویئے ملتے ہیں ایک طرف کلاسیکی روایت کے تحت ان کے ہاں عربی فارسی الفاظ و

تراکیب، دو غزلے، چو غزلے، طویل غزلیں، طویل ردیفیں پائی جاتی ہیں۔ دوسری طرف لسانی بغاوت کی صورت میں قواعد سے انحراف، قافیے میں آزادی، غیر لطیف اور انگریزی الفاظ کا استعمال ان کے مزاج کی سیمابی کو ظاہر کرتا ہے۔

متروک الفاظ کا استعمال:

اردو شاعری کئی صدیوں کے نشیب و فراز سے گزری۔ ناسخ نے اصلاح زبان کے تحت متروک الفاظ کا استعمال ممنوع قرار دیا۔ اس کے بعد جدید شاعری کے غلغلے میں ویسے ہی کلاسیکی روایات بتدریج کم ہوئیں، لیکن جون ایلیا نے پھر سے متروک الفاظ کو غزل میں رواج دیا۔ وہ ان الفاظ کے استعمال سے غزل میں خاص قسم کی کیفیت اور کشش پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً ان کی مشہور غزل ''نئیں'' بجائے ''نہیں'' ہے جو اس کی مقبولیت کی اہم وجہ ہے۔

ان کے مطابق:

''"نہیں" کی اس قدیم شکل کا بیسویں صدی میں، میں نے احیا کیا اس کے بعد متعدد دوستوں نے اس ردیف میں غزلیں کہیں۔"[۱]

مرا اِک مشورہ ہے التجا نئیں
تو میرے پاس سے اس وقت جا نئیں

بچھڑ کر جان تیرے آستاں سے
لگایا دل بہت پر دل لگا نئیں

"رہنا" کی جگہ "رہیو" "کرنا" کی جگہ "کیجیؤ" اور ایسے دوسرے متروکات کا استعمال مخصوص اہل زبان کی گفتگو میں ملتا ہے لیکن جون نے اسے شاعری میں برت کر خوب صورت شعری اجتہاد کیا ہے۔ جون کا تعلق امروہے سے تھا جو علم و ادب کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں سے مصحفی سمیت نامور اہل قلم نکلے۔ اس نسبت سے زبان ان کے گھر کی لونڈی تھی وہ تلفظ اور قواعد کا گہرا علم رکھتے تھے۔ انہوں نے زبان سے گہرے شغف کا استعمال کر کے اپنی شاعری کو دل کش اور مقبول بنایا ہے۔ ان کی ایک اور مشہور غزل دیکھیں جس میں ردیف میں متروک لفظ اس کی دل کشی کو بڑھا رہا ہے:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کسی سے عہد و پیماں کر نہ رہیو
تو اس بستی میں رہیو پر نہ رہیو

جون کے ہاں طویل ردیفیں کثرت سے ملتی ہیں جن کا جدید غزل میں کم رواج ہے۔ طویل کے ساتھ وہ غیر روایتی ردیفیں بھی استعمال کرتے ہیں مثلاً اللہ ہی دے گا مولا ہی دے گا، تم کہاں جاؤ گے ہم کہاں جائیں گے، گئی پل کا تو گئی پل کا میں، شام بخیر شب بخیر، ہم کون تھے ہم کون تھے، تم کس کے ساتھ ہو، جانے کیا کچھ ٹھہری ہے، ہر اک سے مت مل، کیا کروں بھلا، سب کا بھلا ہو سب کی خیر۔ اس نوع کی طویل ردیفوں کے ساتھ ان کے ہاں غیر روایتی ردیفیں بھی پائی جاتی ہیں جن کا مقصد غالباً اپنی قدرت کلام دکھانا ہے مثلاً گنگا جی اور جمنا جی، اماں ہاں، شہر بگولوں کا ہے، مرے کشکول میں وغیرہ۔ طویل اور غیر روایتی ردیفوں کی وجہ سے ان کی غزل میکانکی محسوس ہوتی ہے جن میں تاثیر اور کشش نہیں ملتی۔ اس انداز سے ان کی غزل ان کے ہم عصروں سے مختلف تو ہو جاتی ہے لیکن مجموعی طور پر یہ ان کی غزل کی لطافت کو مجروح کرتا ہے۔

لسانی قواعد سے انحراف:

جون ایلیا کو زبان پر غیر معمولی قدرت حاصل تھی یہ تربیت انھیں گھر سے ملی۔ لسانی باریکیوں کا علم انھیں اپنے ہم عصر شعرا سے بہت زیادہ تھا۔ وہ اکثر اپنے قریبی احباب اور شعرا کی لسانی غلطیوں کی اصلاح کیا کرتے تھے۔ تصحیح کے اس قرینے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انھیں زبان کا کتنا علم تھا۔ اس کا اظہار شعر میں بھی کیا ہے۔

کچھ لوگ کئی لفظ غلط بول رہے ہیں
اصلاح مگر ہم بھی اب اصلا نہ کریں گے

ان کی بعض اصلاحات ایسی ہیں جن کا درست استعمال اہل علم بھی کم جانتے ہیں مثلاً "مانند"[۲] اور آغوش کو[۳] مذکر لکھنا۔ کسی نو آموز شاعر کے کلام میں لفظ "کرچی" دیکھ کر بہت ناراض ہوئے اور کہا "کرچی غلط ہی نہیں بالکل غلط ہے۔"[۴]

ان کے دوستوں کے متعلق تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ اہل زبان نہ ہوں لیکن وہ امروہہ جا کر اپنے بہن بھائیوں کے بچوں کو بھی تلفظ اور زبان کی اغلاط پر ٹوکتے تھے۔[۵]

اُن کی زبان دانی سے جہاں ان کے احباب اور قارئین کی اُردو بہتر ہوئی وہاں انھیں اس کا نقصان بھی ہوا۔ ان کے بقول اردو بورڈ سے علیحدگی کا سبب بھی زبان تھی۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"میرا قصور یہ تھا کہ میں نے اردو بورڈ کے ڈائریکٹر ہادی حسن مرحوم کو ان کی لغوی غلطی پر بُری طرح ڈانٹا اور بے طرح اودھم مچایا تھا۔"(۷)

زبان و بیان پر اتنی مہارت کے باوجود وہ شاعری میں قواعد سے انحراف کرتے نظر آتے ہیں لیکن یہ کم علمی کی بنا پر نہیں بل کہ شوق کے ہاتھوں کرتے ہیں بعض جگہ اس انحراف کی وضاحت بھی کی ہے مثلاً:

کتنی دل کش ہو تم کتنا دل جو ہوں میں
کیا ستم ہے کہ ہم لوگ مر جائیں گے

دو آدمیوں کے لیے لوگ کا استعمال قطعاً جائز نہیں لہٰذا اگر آپ چاہیں تو پہلا مصرع اس طرح پڑھیں: "کتنے دل کش ہو تم کتنے دل جو ہیں ہم"۔ اِسی طرح ایک اور شعر میں "گروہ" کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کرنے کی بھی وضاحت کی ہے۔ اس کے علاوہ کئی جگہ وضاحت کے بغیر بھی انحراف ملتا ہے۔

اجمل صدیقی کے مطابق:

"جون نے غلط العوام سے بھی پرہیز نہیں کیا کہیں کہا 'اس ہندنی نے ایسی جفائیں کریں کر بس' جب کہ 'کرنا' مصدر کے ماضی مطلق میں کاف کے بعد رے نہیں آسکتی کہیں 'ناکامیابیاں' لفظ استعمال کیا جب کہ صحیح ناکامی ہے پوئیٹک لبرٹی کوئی انوکھی چیز نہیں۔"(۸)

اس "پوئیٹک لبرٹی" سے جون نے بہت فائدہ اٹھایا ہے اس سے ان کی شاعری عوام میں مقبول ہوئی۔ وہ قافیے کے معاملے میں بہت سہل پسند واقع ہوئے ہیں مثلاً

ع وصل کی شب بھی اب گزر لی ہے
ع میں نے خود سے نباہ کر لی ہے

زبان کے گہرے شعور اور زبردست قدرت کلام کے باوجود اس روش سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ غیر اعلانیہ طور پر غزل کا مزاج تبدیل کر رہے تھے۔

جون کے ہاں بغیر ترکیب کے اضافت بنانے کا انداز بھی عام ملتا ہے اس سے غزل میں فارسیت کے بجائے "اردویت" کا رنگ نظر آتا ہے یہ غیر عجمی فضا ان کی غزل کو پرکشش بناتی ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ع اُس نے دل دھاگے ہیں ڈالے پائوں میں

ع ہے اگر وہ بہت ہی دل نزدیک

ع ہمارے دل محلے کی گلی سے

اہل زبان اور روایت پسند ہونے کے باوجود ان کے ہاں قافیے کے استعمال میں آزادی ملتی ہے مثلاً وہ شرما کے ساتھ کھڑا، کیا، نکلتا، اکیلا، اچھا، چھوٹا، بھروسہ اور بولا جیسے قافیے استعمال کرتے ہیں۔ جہاں یہ روایت سے متصادم ہے وہاں غزل کے آہنگ کو بھی متاثر کرتے ہیں۔

جون کلاسیکی روایت کے امین ہیں ان کے ہاں دو غزلے، چو غزلے بھی ملتے ہیں جو جدید غزل میں بہت کم یاب ہیں۔ طویل اور غیر روایتی ردیفوں کے ساتھ ان کے ہاں غیر مردف غزلیں بھی ملتی ہیں۔

کلاسیکی رنگ کے ساتھ ان کے ہاں غزل میں غیر لطیف الفاظ ملتے ہیں بل کہ کہیں کہیں غزل کو ہزل بنانے کا انداز بھی ملتا ہے مثلاً

ہیں یہ سندھی اور مہاجر ہڈ حرام
کیوں نہیں یہ بیچتے ترکاریاں

ہم دو پائے ہیں سو ہمیں
میز پہ جا کر چرنا ہے

جون کی غزل کی ایک اور اہم خصوصیت مکالمے کا انداز ہے یہ مکالمہ محبوب سے بھی ہے اور زیادہ تر خود سے۔ ان کی غزل میں خود کلامی، مکالمہ، سوال جواب کا انداز، جی، اجی، میاں، اماں ہاں، جانی جیسے الفاظ اسے مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کی معروف غزلیں اسی لب و لہجے کی حامل ہیں۔

مرا اک مشورہ ہے التجا نئیں
تو میرے پاس سے اس وقت جا نئیں
آپ، وہ، تم ارے یہ سب کیا ہے
تم مرا نام کیوں نہیں لیتیں

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

یہ مجھے چین کیوں نہیں پڑتا
ایک ہی شخص تھا جہان میں کیا

جون کی مقبولیت میں زبان کے کردار کا تجزیہ کرنے کے بعد ڈاکٹر آغا سہیل کی یہ رائے درست معلوم ہوتی ہے کہ جون نے "لسانی تشکیل سے اپنا لہجہ تراشا اور اس پر کمال فن کا ثبوت دیا۔"[۹]

بعض جگہ جون غزل میں سوال جواب کا انداز بھی اختیار کرتے ہیں مثلاً

یہ غم کیا دل کی عادت ہے؟ نہیں تو
کسی سے کچھ شکایت ہے؟ نہیں تو

جون کو ڈرامے سے بہت دلچسپی تھی وہ نوجوانی میں امروہے میں طبع زاد ڈرامے لکھ کر اس میں اداکاری کیا کرتے تھے۔ اس لیے ان ڈرامے کا اثر مکالمے کی صورت میں ان کی غزل میں اظہار کرتا ہے۔ ان کے مطابق:

"ڈرامانویسی نے حقیقتاً غزل سمیت میری شاعری پر اپنی چھاپ چھوڑی ہے کیونکہ میرے اشعار اکثر مکالمے کا لہجہ اختیار کرلیتے ہیں۔"[۱۰]

ذولسانی رنگ شاعری:

جون ایلیا اردو کے علاوہ عربی، فارسی، انگریزی زبان پر عبور رکھنے کے ساتھ کسی حد تک عبرانی زبان بھی جانتے تھے۔ کلاسیکی شاعری کا گہرا مطالعہ رکھنے کے باوجود ان کی غزل کا مجموعی مزاج غیر عجمی ہے۔ وہ عام بول چال کے الفاظ کو غزل کا حصہ بناتے ہیں۔ عربی فارسی تراکیب کے ساتھ ان کے ہاں مقامی الفاظ کا خوب صورت استعمال ملتا ہے۔ روایت سے وابستگی کے باوجود ان کے ہاں انگریزی الفاظ کا استعمال بھی ملتا ہے جو کہیں تو بہت اضافی اور بناوٹی محسوس ہوتا ہے مثلاً

ع آنے والی اپر کلاس کی ہے

لیکن کہیں وہ اسے کامیابی سے نبھاتے ہیں مثلاً اس غزل کی ردیف ہی انگریزی لفظ ہے۔

ہار آئی ہے کوئی آس مشین
شام سے ہے بہت اداس مشین

غزل کے مزاج کی وجہ سے انگریزی الفاظ کا استعمال بہت کٹھن مرحلہ ہے اس کے مقابلے میں نظم میں ان کا استعمال زیادہ کامیابی سے کیا ہے مثلاً نظم درخت زرد میں:

وجود و شعر یہ دونوں define ہو نہیں سکتے
کبھی مفہوم میں ہرگز یہ کائن ہو نہیں سکتے
یہ ظالم تیسرا پیگ اک اقانیمی بدایت ہے
اُلوہی ہزرہ فرمائی کا سرّ طور لکنت ہے

پہلے شعر میں انگریزی لفظ اس لیے بھی مانوس لگ رہا ہے کہ اسے قافیہ بنایا ہے۔ یہ انداز اردو شاعری میں کمیاب ہے۔ فارسی رنگ ان کی غزل کا قابل ذکر حصہ ہے لیکن یہ ان کی مقبول شاعری میں شامل نہیں۔ فارسی الفاظ و تراکیب جدید دور کے قاری کو متاثر نہیں کرتیں۔

تومری شاعری میں ہے رنگ طراز و گل فشاں
تیری بہار بے خزاں، شام بخیر شب بخیر

جون کی غزل میں ہندی الفاظ کا استعمال بھی ملتا ہے لیکن یہ ان کے کلام کا مختصر حصہ ہے جو ان کے مزاج سے کم مناسبت رکھتا ہے۔

جون بڑا ہرجائی نکلا، پر وہ تو بیراگی تھا
ایک رسیلی، ایک انیلی، البیلی امروہن کا

کہیں وہ ہندی الفاظ کا استعمال مہارت سے کرتے ہیں اس شعر میں بھی ہندی لفظ کا بطور قافیہ استعمال اس کی غرابت کو کم کرتا ہے۔

عمر گزرے گی امتحان میں کیا
داغ ہی دیں گے مجھکو دان میں کیا

جون ایلیا کی غزل کا لسانی مزاج اردو کا ہے ان کی مقبول شاعری "اردویت" کی حامل ہے۔ ان کی شاعری کا جائزہ لیں تو اس میں غزلوں کی تعداد (۴۵۳) ہے جن میں (۱۷) دوغزلے اور (۱) چوغزلہ شامل ہے۔ اس کے

مقابلے میں نظموں کی تعداد صرف (۱۰۶) ہے اور (۴۶) قطعات شامل ہیں۔ پانچ شعری مجموعوں میں صرف (۸) غیر مردف غزلیں ملتی ہیں۔

جون کی شاعری کے اس لسانی تجزیئے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے روایت سے استفادے کے ساتھ غزل کے جدید پیرائے بھی اپنائے۔ فارسی، ہندی، انگریزی الفاظ کو بھی غزل میں برتا لیکن اس کا مجموعی رنگ ''اُردویت'' کا ہے۔ مکالمے اور خود کلامی کا رنگ ان کی شاعری کی مقبولیت میں معاون ہے۔ لسانی طور پر ان کی غزل متنوع اور رنگین ہے۔

حوالہ جات

۱۔ جون ایلیا''شاید'' لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ص ۱۷۴

۲۔ سعود عثمانی، مضمون ''پشاور میں ایک شام'' مشمولہ: خوش گزراں گزر گئے، کراچی: اکادمی بازیافت، ۲۰۱۱ء

۳۔ گویا، غزل پر عنوان ہے، ''منصور زبیری کے شرابی آغوش میں''، ص ۲۱۹

۴۔ شاہانہ رئیس ایلیا، چچا جون، کراچی: ورثہ پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء

۵۔ رخسانہ امروہوی، مضمون 'ایسے تھے میرے چچا جون' مشمولہ: ''میں یا میں''، ص ۲۷۳

۶۔ افتخار عارف، مضمون 'بے پناہ شاعر، مشمولہ ''میں یا میں''، ص ۱۱۵

۷۔ شاید، ص ۱۱۳

۸۔ اجمل صدیقی، مضمون ''جون ہی تو ہے جون کے در پے'' مشمولہ: میں یا میں، ص ۵۷

۹۔ ڈاکٹر آغا سہیل، مضمون 'جون ایلیا' مشمولہ: ''میں یا میں''، ص ۴۰

۱۰۔ خرم علی شفیق، مضمون ''جون ایلیا۔ ایک خاکہ''مشمولہ: خوش گزراں گزر گئے، ص ۱۰۰